سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

THE ALHAKAM QADIAN.

الحکم
دور جدید
قادیان

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

چہ گویم با تو گر آئی چہ در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر ۔ بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ:- شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی
مدیر مسئول:- شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ
حکومت اور والیان ریاست سے ۵۰ روپے
امراء و رؤساء سے ۲۰ روپے
معاونین سے ۱۰ روپے
عوام سے ۶ روپے
ممالک غیر سے ۱۲ روپے

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ ۲ / ر

جلد ۳۸ | ۲۳ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء یوم یکشنبہ | نمبر ۱۵

۲۳ مئی ۱۹۳۵ء کو یاد رکھو

۲۳ مئی ۱۹۳۵ء کو الحکم کا خاص نمبر قادیان کے ڈاک خانہ سے پوسٹ ہو جائیگا (انشاء اللہ تعالیٰ) ۲۶ مئی کے دن ان جلسوں کے لئے جن کا ارشاد حضرت امیر المومنین نے اپنی جماعت کو دیا ہے۔ یہ اخبار ایک زبردست تبلیغی ہتھیار ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت اور شمائل کے سوا اس نمبر میں کچھ نہ ہو گا۔ وقت بہت تنگ رہ گیا ہے۔ احباب جلد اپنی درخواستیں بک کرا لیں۔ پچاس کاپی سے زائد خریدار کو ۵ روپے فی سیکڑہ کے حساب سے اخبار دیا جائیگا۔ اور باقیوں کو ۱ / ر فی کاپی خاص نمبر کا کوئی آرڈر بک نہیں کیا جائے گا۔ جب تک اس کی قیمت پیشگی بنام منیجر اخبار الحکم روانہ نہیں کی جائے گی۔ (منیجر اخبار الحکم قادیان)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مجلس شوریٰ ۱۹۳۵ء

(گذشتہ سے پیوستہ)

کامل اخلاص کامیابی کی جڑھ ہے

حضور نے نمائندگان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تم اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس کرو۔ اور اپنی اپنی جماعت کے ہر ایک فرد کو خدمت دین کے لئے بیدار کرو۔ اب کسی کو ڈھیل دینے کا وقت نہیں رہا۔ خدا تعالیٰ کے دین کے لئے جو ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار رہے

وہ آگے قدم بڑھائے اور جو یہ نہیں کر سکتا وہ جماعت کے لئے بوجھ نہ بنے۔ اس کے بوجھ کو اب برداشت نہیں کیا جائے گا۔

بے شک ہمارا کام نہایت مشکل ہے۔ اور ہمارے پاس اس کے کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ لیکن چونکہ ہمارے سپرد یہ کام اس نے کیا ہے جس کے پاس سب کچھ ہے۔ اسلئے وہ ضرور کامیاب کرے گا۔

ضرورت پختہ ایمان۔ کامل اخلاص اور پختہ ارادہ کی ہے اسکے لئے اگر صرف اتنے ہی لوگ تیار ہو جائیں جتنے اس مجلس میں موجود ہیں۔ تو ہم کامیاب ہو سکتے ہیں

حضور نے اس روح پرور تقریر کے بعد ایجنڈے کی کارروائی شروع کرا دی تین سب کمیٹیاں بنائی گئیں۔ پہلی نظارت مقبرہ کی تھی جس کے ۱۱ ممبر تھے دوسری نظارت امور عامہ کی تھی جس کے پندرہ ممبر تیسری نظارت المال کی کمیٹی تھی جس کے ۳۰ ممبر تھے ۶ بجے یہ اجلاس ختم ہوا۔ اور سب کمیٹیوں نے اپنا کام شروع کر دیا

تمام ہندوستان سے چار سو زائد نمائندے

پہلے دن چار سو سے زائد نمائندے مجلس شوریٰ میں حاضر تھے۔ جو ہندوستان کے تمام اضلاع اور صوبہ جات سے آئے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ ایسٹ افریقہ کے نمائندے بھی موجود تھے وزیٹروں کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ جو ہال کے غربی حصے میں گیلری کے نیچے اور اوپر بیٹھے تھے۔ اور مشرقی گیلری میں مستورات تھیں۔ جن کے لئے پردے کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔

دوسرا دن

ساڑھے گیارہ بجے اجلاس شروع ہوا۔ صاحبزادہ محمد طیب صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ تلاوت کے بعد حضور نے حسب معمول اپنے احباب سمیت دعا فرما کر تقریر شروع فرمائی جو تحریک جدید کے ساتھ تعلق رکھتی تھی۔ اس تقریر کا خلاصہ معزز اخبار "الفضل" میں شائع ہو چکا ہے

آئندہ بننے والی قوم کی تربیت کا مسئلہ

آج کی تقریر کا مرکزی نقطہ ہمارے بچوں کی تربیت

آخری روزہ ۲۰ مئی کو ہوگا

احباب یاد رکھیں اور خوب دعائیں کریں

دورِ عمل

(از حضرت شبنم سرحدی بی۔ اے)

اے کہ تیرے دم سے ہی وابستہ ہے نظامِ حیات
ہادیٔ برحق نے جس صحرا میں پھونکی تھی حیات

ملتِ بیضا کا شیرازہ ہوا ہے تار تار
پھر مسلمانوں نے چھوڑا رشتۂ حبل المتین

ظلمتِ جہل و عناد ان کی بصارت کھا گئی
آفتابِ کوہِ فاراں ، ماہتابِ قادیاں

کھینچ کر باہر نکال ان کو عناد و بغض سے
پختہ تر کر دے نہ جب تک عشق کا افسوں اسے

زخمۂ "الحق" سے اسکے زیر و بم کو چھیڑ۔ تا
موت کے پردہ میں ہے پنہاں اگر مقصد ترا

راہِ حق میں مر کے جینا ہے حیاتِ جاوداں
تیرے پنجوں میں ہی تقدیرِ امم کی باگ ڈور

اٹھ کے رندوں کو پلا جامِ شرابِ زندگی
اس میں پھر پیدا ہیں آثارِ سرابِ زندگی

اٹھ کے کر کچھ فکرِ تنظیمِ کتابِ زندگی
آہ یہ حسرت فزا تعبیرِ خوابِ زندگی

پھر دکھا دے ان کو نورِ آفتابِ زندگی
بس یہی ہیں آفتاب و ماہتابِ زندگی

موت ہے ان وادیوں میں ہر کابِ زندگی
ہی شکستِ انجام ہر جامِ حبابِ زندگی

آشنا ہو بربطِ نو سے ربابِ زندگی
کیوں نہیں ہی چاک کرتا تو نقابِ زندگی

زندگی ہے پڑا کیوں یہ حجابِ زندگی
رخشِ ہمت کی دکھا دے پیچ و تابِ زندگی

ہے اگر تیرے جنوں میں کچھ اثر۔ دیوانہ کر
سب کو۔ تا دنیا میں ہو ایک انقلابِ زندگی

کا سوال تھا۔ تربیت ایک ایسی چیز ہے۔ جو ہر ایک قوم کو بناتی ہے۔ اگر ہم اپنے بچوں کی تربیت صحیح اصول پر کرینگے۔ تو کل کو جب وہ ہمارے جانشین بن کر قوم بن جائینگے۔ اسوقت ان کا وجود جماعت کو بہت بڑے مقام پر کھڑا کر دیگا۔ اور اگر ہم نے آج صحیح اصولوں پر تربیت نہ کی تو اندیشہ ہے کہ وہ ترقی کی بجائے نیچے کی طرف چلے جائینگے۔ اسلئے نئی پود کو ایک سانچے میں ڈھالنے کے لئے تجویز ہوا۔

.. ان کے کام میں والدین یا سرپرستوں کو کسی قسم کا دخل دینے کا حق نہ ہوگا۔ ایسے سب لڑکوں کو ایک ہی قسم کا کھانا دیا جائے اور ایک ہی رنگ میں رکھا جائے گا۔ کوئی نمایاں امتیاز نہ ہوگا۔ جس سے غریب لڑکے یہ محسوس کریں کہ فلاں لڑکے بڑی حیثیت کے ہیں اور وہ چھوٹی حیثیت کے سب کا لباس بھی قریب قریب ایک ہی جیسا ہوگا۔

اس طرح ان بچوں میں بڑے اور چھوٹے امیر اور غریب۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کا امتیاز مٹا دیا جائے گا۔

(باقی)

مولود مسعود

۲۵ اپریل ۱۹۳۵ء کو جناب قاضی محمد رشید صاحب امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی کو خدا تعالیٰ نے دوسرا فرزند عطا فرمایا

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولود کو لمبی عمر کا وارث اور والدین کے لئے قرۃ العین اور دین کا خادم بنائے آمین

وفات

۲۶ اپریل کو جناب بابو محمد سعید صاحب ارشد سیکرٹری مال راولپنڈی کی صاحبزادی بارہ سال کی عمر میں ایک طویل علالت کے بعد فوت ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون اس سے پیشتر بھی ایک جوان لڑکی اسی عمر کی فوت ہو چکی تھی۔ خدا تعالیٰ ارشد صاحب اور ان کی صدمہ اٹھانے والی اہلیہ محترمہ کو صبر جمیل عطا فرما کر نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

اخبار الحکم کے چند نمبر صرف آٹھ صفحات پر شائع ہونگے

اخبار الحکم کے خاص نمبر کو زیادہ مفید اور کثیر الصفحات بنانے کیلئے ۲۱ مئی تک کے پرچے آٹھ صفحات پر شائع ہوں گے احباب اس امر کو نوٹ کریں کہ یہ صفحات لاوجہ کم نہیں کر دیئے گئے بلکہ خاص نمبر کے صفحات کی تعداد بڑھانے کے لئے یہ صفحات ریزرو کر دیئے گئے ہیں

(ایڈیٹر)

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

مولانا انور صاحب بوتالوی نے بڑی محنت سے بعض روایات جمع کی ہیں جو انھوں نے الحکم میں شائع کرنے کے لئے مرحمت فرمائی ہیں۔ جن کو ہم شکریہ کے ساتھ شائع کرتے ہیں (ایڈیٹر)

روایات
منشی عبدالسمیع صاحب ساکن کپورتھلہ

منشی عبدالسمیع ساکن کپورتھلہ عمر ۵۰ سال بیعت ۱۸۹۷ء

میرے والد صاحب مجھ سے پہلے بیعت شدہ تھے۔ انھوں نے لدھیانہ میں بیعت کی تھی۔ میں بیعت کے بعد جلسہ سالانہ پر بھی حضرت صاحب کے زمانہ میں قادیان آتا رہا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مل کر کھانا کھانے کا موقع بھی ملا ہے۔

گول کمرہ میں حضرت صاحب خود ہی اندر سے روٹی اور کھانا لے آتے تھے۔ ۱۰-۱۲ دوست ہوا کرتے تھے جو مل کر کھاتے تھے۔ عموماً گوشت ہوتا تھا آہستہ آہستہ کھاتے تھے۔ منشی اروڑے خان صاحب بھی ساتھ ہوتے تھے۔ وہ حضور کے سامنے کی ان روٹیوں کو اٹھا کر محفوظ کرتے جاتے تھے۔ جن میں سے حضرت صاحب نے ایک دو لقمے توڑے ہوئے تھے۔ گویا بالکل بے تکلفی سے ایسا کرتے تھے۔

سیر کے موقعہ پر میں بھی عموماً حضرت کے ہمراہ جایا کرتا تھا۔ کبھی بسرواں کے رستے کی طرف اور کبھی ہائی سکول کی طرف جاتے تھے۔

مفتی فضل الرحمان صاحب کے مکان والی جگہ بہت خراب ہوتی تھی۔ اس جگہ ایک بڑھ کا درخت تھا ایک دفعہ میں پیچھے رہ گیا۔ حضرت کے ساتھ ہونے کے لئے جلدی کی جس میں میرا پاؤں پھسل گیا اور میں گر پڑا۔ حضور اسی وقت کھڑے ہو گئے اور پوچھا "چوٹ تو نہیں لگی" میں نے عرض کی کہ نہیں

کئی دفعہ ایسا ہوا کہ سیر کو جا رہے ہیں۔ کسی کا پاؤں حضرت کی جوتی پر آ گیا۔ جس سے جوتی اتر گئی لیکن حضرت نے خیال تک بھی نہ کیا کہ کس کا پاؤں آیا ہے۔ نہ پیچھے مڑ کر دیکھا۔

ایک دفعہ حضرت نے مجھے اندر کی کوٹھری میں بلایا۔ جس کی کھڑکی مسجد مبارک کی طرف نکلتی ہے ایک گھڑی مجھے دی فرمایا "خان صاحب کپورتھلہ والوں (محمد خان صاحب) کو دیدیں۔ وہ ٹھیک کرا دینگے" میں نے گھڑی کو اسی جگہ بیٹھے بیٹھے دیکھا۔ چابی دی تو خاصی چلتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چابی نہیں دی گئی۔ حضور نے فرمایا "ہاں شاید کو کسی نہیں دیگئی"

ایک دفعہ الہام ہوا تھا ان کید کن عظیم ہم چند آدمی کپورتھلہ سے آئے ہوئے تھے۔ ہمیں روک لیا کہ الہام ہوا ہے اسلئے ٹھیر جاؤ اور دیکھتے جاؤ۔ کہ کیا بات ہے۔ چنانچہ ہم ٹھیر گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جو خبر بیماری کی بھیجی گئی تھی وہ غلط تھی۔ (ڈاکٹر میر اسماعیل صاحب کا خط کہ ام المومنین بیمار رہیں)

ریویو آف ریلیجنز کے اجراء کے وقت ایک جلسہ کیا گیا جو مسجد اقصیٰ میں ہوا۔ آپ نے اس میں تقریر کی۔ اور میگزین ان کا نام رکھا گیا۔

خطبہ الہامیہ جب حضور نے سنایا میں اسوقت موجود تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی نورالدین صاحب لکھتے جاتے تھے۔

مقدمہ کرم الدین میں بہت دفعہ حضرت صاحب کے پاس گورداسپور جاتا رہا ہوں۔

گورداسپور میں جب کھانا پکتا تھا۔ تو ملک غلام حسین صاحب کھانا پکایا کرتے تھے۔ اگر سو آدمی آ جائیں تب بھی وہی وزن ہوتا تھا اگر ڈیڑھ سو آ جائیں تب بھی وہی وزن ہوتا تھا

سردار فضل حق نے جو گورداسپور میں مسلمان ہوا تھا۔ گورداسپور میں دریافت کیا کہ عورتوں کی تعلیم کتنی ہونی چاہیئے۔ ؟ فرمایا:۔

"اتنی ہونا چاہیئے کہ نماز روزہ دینیات سے واقف ہو دوسرے یہ کہ خط لکھنا جانتی ہو۔ خط لکھانے کے وقت غیر شخص پر اپنا حال نہ ظاہر کرنا پڑے۔

روایات
شیخ محمد بخش صاحب ساکن بھنگالہ

شیخ محمد بخش صاحب ساکن بھنگالہ ضلع ہوشیارپور عمر ۵۰ سال۔ بیعت ۱۹۰۸ء

میں اور مولوی محمد حال ساکن مزنگ (جو مولوی محمد حسین بٹالوی کے بہنوئی تھے) اور پہلے بھنگالہ کے رہنے والے تھے۔ ہم رات بٹالہ میں رہے۔ مارچ کا مہینہ تھا مولوی محمد حسین صاحب نے کہا کہ قادیان جاتے دفعہ مجھ سے ملکر جانا۔ صبح کے بعد وہ ہمارے ساتھ پیدل بٹالہ کے بوچڑ خانہ کے موڑ تک جو بیرنگ سکول کے آگے ہے آیا۔ دو پیغام ہمیں دیئے کہ مرزا صاحب کو پہنچا دینا

(۱) مجھ کو الہام ہوا ہے کہ میرے گھر لڑکا ہوگا۔

(۲) (عبدالرشید کے باپ نے کچھ امانت مولوی محمد حسین بٹالوی کے پاس رکھی تھی۔ چونکہ یہ تین چار بھائی ہیں اور ان میں سے بڑے کا نام عبدالرشید تھے انھوں نے مولوی محمد حسین سے امانت کا مطالبہ کیا تھا) مولوی محمد حسین نے پیغام دیا کہ:۔

جناب مرزا صاحب ہمارا فیصلہ کرا دیں۔ کہ وہ مجھ سے صرف اپنے حصہ کے روپوں کا مطالبہ کرے۔ اپنے بھائیوں کے حصہ کا مطالبہ نہ کرے جب بالغ ہونگے تو خود مطالبہ کر لینگے۔

میں نے دونوں پیغام پہنچا دیئے۔ پہلے کا جواب حضرت صاحب نے یہ دیا کہ:۔

"امید نہیں کہ اس کا الہام صحیح ہو"

دوسری بات یہ فرمائی

یہ تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی کے پاس ایک پیسہ ہو۔ کسی کے پاس خزانہ ہو۔ گو خزانہ بھی پیسوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ لیکن ایک پیسہ والا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(اس کے ایک ماہ کے بعد میرے پاس مولوی محمد صاحب کا خط آیا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے)

دوسری بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:۔

"چونکہ جماعت بہت ہے۔ اور اصل معاملہ کا پتہ نہیں۔ اسواسطے دونوں فریق میرے پاس آ جاویں۔ میں جو فیصلہ کر دوں گا وہ دونوں فریقوں کو ماننا پڑے گا"

چنانچہ واپسی پر مولوی محمد صاحب نے یہ پیغام مولوی محمد حسین بٹالوی کو دے دیا۔

(مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی لڑکی مولوی محمد صاحب احمدی ساکن مزنگ کے لڑکے سے بیاہی ہوئی تھی اور خود یہ مولوی محمد حسین کے بہنوئی تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کی بہن مولوی محمد صاحب سے پہلے احمدی ہوئی اور اس نے خود کہا کہ میرا بھائی غلطی پر ہے)

یہ خطوط وحدانی والی بات مجھے مولوی محمد نے بتلائی تھی۔

روایات
مرزا مہتاب صاحب خیاط - درزیخانہ

مرزا مہتاب بیگ صاحب درزی - درزیخانہ ساکن سیالکوٹ عمر ۶۹ سال

۱۵ر اپریل ۱۹۰۱ء کو میں نے بیعت کی۔ اسی وقت جب میں قادیان میں میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی کے ساتھ آیا۔ تو ہمیں حضرت صاحب نے مکان کے اندر بلا لیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب نے چابیوں کا گچھا ازاربند میں باندھ کر لٹکایا ہوا ہے۔ مجھے خیال گذرا کہ نبیوں کو چابیوں اور روپیہ سے کیا کام۔ لیکن میں خاموش رہا

اثنائے گفتگو میں فرمایا:۔

"روپے کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ اگر اس کی حفاظت عورتوں کے سپرد کی جائے تو وہ ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ بعض عورتیں فضول خرچ ہوتی ہیں"

گویا مجلاً مجھے میرے دلی اعتراض کا جواب دیدیا۔

اگلے دن حضرت صاحب گورداسپور چلے گئے۔

ان دنوں مرزا نظام الدین نے مسجد کے دروازے کے پاس دیوار کھچوا دی تھی۔ چار پانچ دن کے بعد واپس آئے میرے گیارہ دن قادیان میں لگ گئے

یہ ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے جب آپ واپس آئے تو ظہر اور عصر اکٹھی پڑھی۔ اسوقت ہم تین آدمیوں نے بیعت کی۔ ان کے نام الحکم میں بھی چھپ چکے ہیں اس دفعہ حضرت صاحب اس کھڑکی سے واپس آئے تھے جو مسجد مبارک کی طرف کھلتی ہے۔ اس کے بعد میں جلسوں میں آتا رہا۔ لیکن کوئی خاص ملاقات کا موقع نہیں ملا۔

میرا نام الحکم جلد ۵ ع ۲۷ میں درج ہے جبکہ بیعت کی تھی۔

روایات

ملک غلام حسین صاحب مہاجر رہتاس ضلع جہلم

میں ۱۸۹۲ء میں ہجرت کر کے قادیان آیا بیعت سیوقت کی تھی۔ جبکہ حضرت صاحب نے فتح اسلام شائع کی اس کو پڑھ کر بیعت کا خط لکھدیا تھا۔ میرا نام ۳۱۳ میں بھی ہے اس میں میرا نام منشی غلام حسین درج ہے

میں مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کی تبلیغ سے شیعت سے احمدیت کی طرف آیا۔ سب سے پہلے جلسہ میں میں اور اللہ دتا اور منشی گلاب دین والد حسن رہتاسی قادیان آئے اور سب نے اسی سال بیعت کی۔ جلسہ اس جگہ پر ہوا جہاں نظارت اعلیٰ کا پہلا دفتر درزی خانہ والی جگہ پر تھا کل حاضرین جلسہ کی تعداد ۳۲۵ یا ۳۲۶ تھی ایک تخت پوش بچھوایا گیا۔ کچھ سیاہ دریاں تھیں اور کچھ صفیں۔ کھانا حضرت صاحب کے گھر میں عورتیں پکاتی تھیں

جلسہ ختم ہوا۔ تو منشی گلاب دین خاکسار اور اللہ دتا حضرت صاحب کے پاس اندر گئے۔ وہاں آپ ایک رومی ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ منشی گلاب دین نے حضرت اقدس سے کہا کہ اللہ دتا نے آپ کی کتاب وفات مسیح ناصری کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ تو کوئی باخدا انسان ہے جس نے تیرہ سو برس کی غلطی نکالی۔ حضور نے فرمایا " جن کو خدا فراست دیتا ہے اُن کو سمجھ بھی دیتا ہے " میں نے عرض کیا کہ حضور دل چاہتا تھا کہ جب حضرت امام مہدی آویں تو میں اُن کا سپاہی بنوں۔ اب حضور کیا فرماتے ہیں۔؟ حضور نے فرمایا " تم کیا کام جانتے ہو " میں نے کہا کہ حضور اُلٹی سیدھی چند روٹیاں پکا سکتا ہوں۔ حضور نے فرمایا " اپنا نام لکھا دو " میں نے نام لکھا دیا۔ بعدہ مجھے ڈیکوٹ ضلع لائل پور میں جہاں میں ڈپٹی غلام علی صاحب احمدی کا ملازم تھا خط حضرت صاحب کی طرف سے آیا کہ منشی غلام حسین کو جلدی فارغ کر کے مع اہل و عیال بھیجدو۔ چنانچہ ۱۸۹۲ء میں مع اہل و عیال قادیان آگیا۔ اسوقت میرے دو لڑکے محمد حسین اور فضل حق تھے۔

ان دنوں لنگر کا کام میرے سپرد ہوا۔ لنگر اُسوقت اس جگہ ہوتا تھا جہاں حضرت صاحب کے مکان کا غربی دروازہ ہے۔ چھتی ہوئی گلی میں جو قصر خلافت کو جاتی ہے۔ یہ دروازہ اسوقت کچا تھا۔ اُسوقت ماہ رمضان میں۔ اسیر کے قریب آٹا پکتا تھا۔ جو شام کیوقت بیوگان اور غربا کو دیا جاتا تھا۔ مہمان بہت کم آتے تھے۔ کام کے تھوڑا ہونے اور حضرت اقدس پر ہر طرح کے زیادہ بوجھ محسوس ہونے کی وجہ سے میرے گھر والے اُداس ہو گئے۔ میں نے اس امر کا ذکر حضرت صاحب سے کیا کہ حضور کام تھوڑا ہے آپکا خرچ مجھے ملازم رکھنے سے زیادہ ہوگا۔ اسوجہ سے حضور مجھے جانے کی اجازت دیں۔ جب میں نے اس مضمون کا رقعہ حضرت صاحب کے پاس اندر بھیجا اور دروازہ کے باہر میں خود تھا۔ رقعہ پڑھ کر حضرت ام المومنین سے فرمایا " محمود کی اماں دیکھو ہم نے غلام حسین کو بلایا تھا لیکن وہ اور اس کی بیوی گھبرا گئے ہیں رمضان کا مہینہ ہے اب کیا کریں " لہجہ افسوسناک تھا۔ آواز اونچی تھی۔ تب میں نے باہر سے کہا حضور! میں نے آپ کو تکلیف دینے کے لئے نہیں لکھا دیکھو تیل وغیرہ اور مکان کا خرچ حضرت صاحب کے ہاں سے ملتا تھا) میں نے کہا کام تھوڑا ہے اور خرچ زیادہ اسلئے عرض کیا تھا ویسے جس طرح آپ کی مرضی۔ اسپر حضرت صاحب نے خوش ہو کر فرمایا " آپ کو اس سے کیا آپ کام کرتے جائیں " میں کہا بہت اچھا پھر حضور نے ام المومنین کو مخاطب کر کے فرمایا:۔ " محمود کی اماں دیکھو وہ خوش ہو گئے " آخر ہم وہیں کام کرتے رہے اور میرا دل لگ گیا۔ حضور نے سارا کام میرے سپرد کر دیا۔ گھر کا سودا بھی میں ہی لاتا تھا۔ کبھی کبھی آٹا دھاریوال یا بٹالہ سے پسوا کر لاتا تھا وہاں بھائی عبدالرحیم صاحب نومسلم بھی میرے ساتھ ہوتے تھے۔ یہ بھی اسی سال آئے جس سال میں آیا تھا

ایک دفعہ حضرت ام المومنین اس کنوئیں پر جو مرزا سلطان احمد صاحب کی حویلی کے اندر ہے رات کے ۹ بجے گرمیوں کے موسم میں گئیں۔ ان کی طبیعت چونکہ ہنس مکھ تھی۔ آپ کے ہنسنے پر مرزا سلطان احمد صاحب کی بیوی جو فوت ہو چکی ہے پوچھا نیچے کون ہنس رہا ہے (اسوقت میری بیوی بھی حضرت ام المومنین کے ساتھ تھی) کسی نے کہا کہ دہلی والی ہیں۔ اس نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو گھر میں کنواں کیوں نہیں لگوا لیتیں۔ یہ بات سن کر حضرت ام المومنین غمگین ہو کر واپس آگئیں۔ پژمردہ خاطر تھیں ہمارا مکان بھی حضرت صاحب کے متصل تھا۔ گرمی ہی کا موسم تھا۔ صحن میں ہی حضرت صاحب اور ام المومنین تھے۔ حضرت صاحب نے ام المومنین سے فرمایا " محمود کی اماں کیا بات ہے " انھوں نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ حضرت صاحب نے اسیوقت مجھے بلایا۔ فرمایا " جاؤ مرزا محمد اسمٰعیل کے پاس۔ کہ دو چار پاڑ کھودنے والوں کو اسیوقت بلا لائے " چنانچہ رات کے دس بجے پاڑ کھودنے والے آگئے اور کام شروع کر دیا صبح تک ۸ - ۹ فٹ کنواں کھودیا۔ بعدہ ایک آدمی کو بٹالہ سے اینٹیں لانے کے لئے بھیجا گیا۔ کیونکہ ان دنوں قادیان میں اینٹیں نہ ملتی تھیں۔ ایک آدمی کو جہتہ متصل سری گوبند پور معماروں کے لئے روانہ کر دیا۔ وہاں سے آدمی آگئے اور پندرہ روز میں کنواں بالکل تیار ہو گیا

ایک سال گرمیوں کے موسم میں قدمیوں کے میلہ پر جو ان دنوں بڑے زور شور سے لگا کرتا تھا حضرت خلیفہ ثانی (میاں محمود) اور میر محمد اسحاق جن کو ان دنوں " شاکو " کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ اور میاں بشیر احمد صاحب نے کہا کہ ہم نے میلہ دیکھنے جانا ہے۔ مجھے بلایا اور میں آگیا۔ حضور مسجد مبارک کی چھت پر شہ نشین پر تشریف رکھتے تھے۔ فرمایا میاں کو لے جاؤ۔ میاں بشیر کو اٹھا لو۔ میاں اسحٰق کو ساتھ لو۔ میلہ دکھا لاؤ۔ اور ایک روپیہ بھی دیا کہ جو چیز اچھی ہو لے دینا میں نے تعمیل کی۔ فرمایا ان کا وِساہ نہ کرنا ساتھ رکھنا۔ پھر واپس میرے پاس لانا۔ میلہ میں ان دنوں ہزاروں آدمی آیا کرتے تھے میں سب بچوں کو میلہ میں پھراتا رہا جو انھوں نے چیز مانگی اچھی نفیس چیز لے دی میاں محمود نے کہا کہ تربوز لے دو۔ وہ بھی لئے۔ آخر سب کو حضرت صاحب کے پاس واپس لایا۔ حضور کو آواز دی حضور باہر تشریف لائے حضور نے ان سے پوچھا کہ کچھ چیزیں بھی لی ہیں۔ میں نے عرض کی کہ ۹ر ۱۰ر بچ رہے ہیں مسکرا کر فرمایا یہ پیسے آپ لے لیں۔

ایک دفعہ مجھے بلایا فرمایا " جوتا ہمارے پاؤں کا ٹوٹ گیا ہے۔ جا کر کہیں سے جوتا لے آؤ۔ میں بازار گیا بازار میں ایک موچی ملا۔ اس کے پاس ایک جوتا تھا جو حضور کے پاؤں کے سائز تھا۔ اس کا رنگ بادامی اور سرخی مائل تھا۔ میں نے اس سے قیمت پوچھی اس نے ایک روپیہ بتلائی آخر ۱۲ر پر فیصلہ ہوا۔ میں نے کہا کہ پہلے ان کو دکھالوں دام بعد میں دونگا۔ میں موچی کو ساتھ لے کر گھر آیا اور نیچے کھڑا کیا۔ آواز دی حضرت جی! حضور نے جوتا پاؤں میں پہنا فرمایا خوب ہے کتنے کو لائے ہو؟ عرض کیا کہ ۱۲ر میں سودا کیا ہے۔ فرمایا بہت سستا ہے آخر میں نے موچی کو ۱۲ر دے دیئے۔

حضرت صاحب کا معمول تھا کہ سیر کو جایا کرتے تھے ایک دفعہ سیر کو گئے۔ اُسوقت باغ کو جانے کے لئے راستہ ارائیوں کے گھروں کے پاس سے مسجد فضل کے پاس سے گزرتا تھا۔ جب جانے لگے تو مجھے بلا کر فرمایا ہم نے باغ بیچتے وقت کچھ پھلوں کے دینے کے متعلق وعدہ لے لیا تھا۔ ہم سیر کو جاتے ہیں مہمان ساتھ ہیں۔ آپ کچھ شہتوت اور بیدانہ اکٹھے کروا رکھیں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ حضور جب سیر سے واپس آئے تو دوستوں سمیت وہیں بیٹھ کر تناول فرمایا۔ حضور ایک ایک دانہ کھاتے تھے۔ آپ اسطرح ایک موسم میں کئی دفعہ کیا کرتے تھے اور سیر کرنے عموماً اسطرف کو جایا کرتے تھے۔

میری تنخواہ تین روپے ماہوار تھی۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب گول کمرے میں درس دیا کرتے تھے حضرت نے ایک کاغذ بھیجا کہ غلام حسین کو دکھا دو۔ اس میں لکھا تھا کہ تین روپے اور کھانا ملے گا۔ میں نے عرض کی کہ مجھے کیا ضرورت ہے۔ سارا سامان آپ ہی کا ہے میں کچھ نہ لوں گا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ نہ نہیں کرنا چاہئے جو کچھ حضرت صاحب نے لکھا ہے منظور کرنا چاہیئے چنانچہ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں لکھ کر روانہ کر دیا کہ حضور منظور ہے۔ تنخواہ تین ماہ کے بعد دیا کرتے تھے۔ ایک کاغذ پر لکھدیا کرتے تھے اور ساتھ ہی نو روپے بھیجدیتے تھے کہ تنخواہ تین ماہ کی ہے باقی جنوری۔ فروری۔ مارچ حساب میں بڑے باقاعدہ تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات

(تاریخ تقریر ۱۴؍جنوری ۱۸۹۸ء)

فرمایا:۔

افسوس کی بات ہے کہ عام طور پر مصائب کے آنے کی وجہ سے لوگوں کا عجب و نخوت دور نہیں ہوا میں سچ کہتا ہوں کہ یہ دور نہ ہوں گی۔ جب تک گویا کی ضد اور اثر دور نہ ہوگی۔ میں دیکھتا ہوں کہ لوگ خدا تعالیٰ سے پوری مصالحت کے لئے تیار نہیں ہیں قحط کے دوران میں لوگوں نے محسوس نہیں کیا ابتدا میں مکہ مدینہ کا فتویٰ بھی ڈرا دیا کرتا تھا۔ جب کبھی کوئی کہتا کہ مکہ معظمہ سے فتویٰ آیا ہے۔ تو لوگ ڈر جاتے تھے۔

لیکن اب ان مصائب کو دیکھ کر بھی لوگ نہیں ڈرتے۔ میری رائے ہے کہ جب تک لوگ کامل طور پر رجوع نہ کریں تقدیر نہ بدلے گی۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

(تاریخ تقریر ۱۵؍جنوری ۱۸۹۸ء)

فرمایا:۔

شیعہ مذہب اسلام کا سخت مخالف ہے اول شیعہ کا اعتقاد ہے کہ جبرئیل وحی لانے میں غلطی کھا گیا ہے۔ دوم صحابہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے بعد حاصل ہوئے تھے۔ ان کے نزدیک معاذ اللہ مسلمان نہ تھے۔ سوم قرآن شریف جو اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب ہے۔ اور جس کی حفاظت کا خود اللہ تعالیٰ وعدہ کر چکا ہے شیعہ کے اعتقاد کے مطابق قرآن شریف اصلی نہیں ہے امام مہدی اصل قرآن غار میں لے جا کر چھپ رہے چہارم بارہ اماموں تک ولایت ختم ہو چکی باقی قیامت تک آدمی وحشیوں کی طرح رہے۔ اور خدا کو ان سے محبت نہیں۔

پنجم خدا تعالیٰ کے حبیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالیاں دینا درود شریف کے پڑھنے سے بھی زیادہ ثواب سمجھتے ہیں ششم کسی اکابر اور اہل اللہ کو نیک نہیں سمجھتے۔ میں نے اپنے استاد سے حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نسبت سنا ہے کہ وہ گالیاں دیتے تھے۔ اصل بات یہ ہے سب سے زیادہ بدنام یزید ہے۔ اگر اس کی شراکت سے امام حسینؓ کی شہادت ہوئی تو بڑا کیا۔ لیکن آج کل کے شیعہ بھی مل کر وہ دینی کام نہیں کر سکتے جو اس نے کیا۔

اہل کتاب کے کھانا کھانے پر بابو محمد افضل صاحب کے سوال پر حضرت اقدس نے جواب دیا

کہ تمدن کے طور پر ہندوؤں کی چیز بھی کھا لیتے ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں کا کھانا بھی درست ہے۔ لیکن باہمہ یہ خیال ضروری ہے کہ برتن پاک ہو۔ کوئی ناپاک چیز نہ ہو۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۲۳ تاریخ تقریر ۱۵؍جنوری ۱۸۹۸ء)

۱۵؍جنوری ۱۸۹۸ء کو خواجہ کمال الدین صاحب بی اے کے ایل ایل بی کے امتحان میں کامیاب ہونے کی خبر آئی۔ فجر کی نماز کے بعد حضرت اقدس امام ہمام علیہ السلام بیٹھ گئے اور مندرجہ ذیل مختصر سی تقریر فرمائی:۔

انسان کو ہر قسم کی کامیابی کے موقع پر ایک خوشی ہوتی ہے قرآن شریف میں تین قسم کی خوشیاں لہو۔ لعب۔ تفاخر معلوم ہوتی ہیں۔ لہو میں اشیاء خوردنی شامل ہیں۔ اور لعب میں شادی وغیرہ کی خوشیاں اور تفاخر میں مال وغیرہ کی خوشیاں یہ تین قسم کی خوشیاں ہیں۔ ان سے باہر کوئی خوشی نہیں ہے۔ مگر یاد رکھو کامیابیاں اور یہ خوشیاں دائمی نہیں ہوتیں ہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ دل لگاؤ گے تو سخت حرج ہوگا اور رفتہ رفتہ ایک وقت آ جاتا ہے کہ ان خوشیوں کا زمانہ تلخیوں سے بدلنے لگتا ہے۔

دنیا کی کامیابیاں ابتلا سے خالی نہیں ہوتی ہیں۔ قرآن شریف میں آیا ہے خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم یعنی موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ ہم تمہیں آزمائیں۔ کامیابی اور ناکامی بھی زندگی اور موت کا سوال ہوتا ہے کامیابی ایک قسم کی زندگی ہوتی ہے۔ جب کسی کو اپنے کامیاب ہونے کی خبر پہنچتی ہے۔ تو اس میں جان پڑ جاتی ہے۔ اور گویا نئی زندگی ملتی ہے اور اگر ناکامی کی خبر آ جائے تو زندہ ہی مر جاتا ہے۔ اور بسا اوقات بہت سے کمزور دل آدمی ہلاک بھی ہو جاتے ہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ عام زندگی اور موت تو ایک آسان امر ہے۔ لیکن جہنمی زندگی اور موت دشوار ترین چیز ہے

سعید آدمی ناکامی کے بعد کامیاب ہو کر اور بھی سعید ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ پر ایمان بڑھ جاتا ہے۔ اس کو ایک مزہ آتا ہے۔ جب وہ غور کرتا ہے کہ میرا خدا کیسا ہے۔ اور دنیا کی کامیابی خداشناسی کا ایک پیمانہ ہو جاتا ہے ایسے آدمیوں کے لئے یہ دنیوی کامیابیاں حقیقی کامیابی کا (جس کو اسلام کی اصطلاح میں فلاح کہتے ہیں) ایک ذریعہ ہو جاتی ہے۔

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ سچی خوشحالی اور سچی راحت دنیا اور دنیا کی چیزوں میں ہرگز نہیں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ دنیا کے تمام شعبے دیکھ کر بھی انسان سچا اور دائمی سرور حاصل نہیں کر سکتا تم دیکھتے ہو کہ دولت مند زیادہ مال و دولت رکھنے والے ہر وقت خنداں رہتے ہیں مگر ان کی حالت جرب یعنی خارش کے مریض کی سی ہوتی ہے۔ جس کو کھجلانے سے راحت ملتی ہے۔ لیکن اس اس خارش کا آخری نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ خون نکل آتا ہے۔ پس ان دنیوی عارضی کامیابیوں پر اس قدر خوش مت ہو کہ حقیقی کامیابی سے دور چلے جاؤ۔ بلکہ ان کامیابیوں کو خداشناسی کا ایک ذریعہ قرار دو۔

اپنی ہمت و کوشش پر نازمت کرو۔ اور مت سمجھو کہ یہ کامیابی ہماری کسی قابلیت اور محنت کا نتیجہ ہے بلکہ یہ سوچو کہ اس رحیم خدا نے جو کبھی کسی کی سچی محنت کو ضائع نہیں کرتا ہے۔ ہماری محنت کو بار آور کیا ورنہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ صدہا طالب علم آئے دن امتحانوں میں فیل ہوتے ہیں کیا وہ سب کے سب محنت نہ کرنیوالے اور بالکل غبی اور بلید ہی ہوتے ہیں؟ نہیں بلکہ بعض ایسے ذکی اور ہوشیار ہوتے ہیں۔ اسلئے واجب اور ضروری ہے کہ ہر کامیابی پر مومن خدا تعالیٰ کے حضور سجدات شکر بجا لائے کہ اس نے محنت کو اکارت نہیں جانے دیا۔ اس شکر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ سے محبت بڑھے گی۔ اور ایمان میں ترقی ہوگی۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اور بھی کامیابیاں ملیں گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری نعمتوں کا شکر کرو گے تو البتہ میں نعمتوں کو زیادہ کروں گا۔ اور اگر کفران نعمت کرو گے تو یاد رکھو عذاب سخت میں گرفتار ہوگے۔

اس اصول کو ہمیشہ مد نظر رکھو مومن کا کام یہ ہے کہ وہ کسی کامیابی پر جو اسے دی جاتی ہے شرمندہ ہوتا ہے۔ اور خدا کی حمد کرتا ہے کہ اس نے اپنا فضل کیا اور اسطرح پر وہ قدم آگے رکھتا ہے اور ہر ابتلا میں ثابت قدم رہ کر انعام پاتا ہے۔ بظاہر ایک ہندو اور مومن کی کامیابی ایک رنگ میں مشابہ ہوتی ہے لیکن یاد رکھو کہ کافر کی کامیابی ضلالت کی راہ ہے اور مومن کی کامیابی سے اس کے لئے نعمتوں کا دروازہ کھلتا ہے۔

کافر کی کامیابی اسلئے ضلالت کی طرف لیجاتی ہے کہ وہ خدا کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی محنت دانش اور قابلیت کو خدا بنا لیتا ہے۔ مگر مومن خدا کی طرف رجوع کر کے خدا سے ایک نیا تعارف پیدا کرتا ہے۔ اور اس طرح پر ہر ایک کامیابی کے بعد اس کا خدا سے ایک نیا معاملہ شروع ہو جاتا ہے اور اس میں تبدیلی ہونے لگتی ہے

ان اللہ مع الذین اتقوا

خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی ہوتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف میں تقوے کا لفظ بہت مرتبہ آیا ہے۔ اس کے معنی پہلے لفظ سے لئے جاتے ہیں۔ یہاں مع کا لفظ آیا ہے یعنی جو خدا کو مقدم سمجھتا ہے۔ خدا اس کو مقدم

رکھتا ہے۔ اور دنیا میں ہر قسم کی ذلتوں سے بچا لیتا ہے میرا ایمان یہی ہے کہ اگر انسان دنیا میں ہر قسم کی ذلت اور سختی سے بچنا چاہے تو اس کے لئے ایک ہی راہ ہے کہ متقی بن جائے۔ پھر اس کو کسی چیز کی کمی نہیں۔ پس مومن کی کامیابیاں اس کو آگے لیجاتی ہیں۔ اور وہ وہیں ہی نہیں ٹھہر جاتا۔

اکثر لوگوں کے حالات کتابوں میں لکھے ہیں۔ کہ اوائل میں دنیا سے تعلق رکھتے تھے اور شدید تعلق رکھتے تھے۔ لیکن انھوں نے کوئی دعا کی اور وہ قبول ہوگئی۔ اس کے بعد ان کی حالت ہی بدل گئی اسلئے اپنی دعاؤں کی قبولیت اور کامیابیوں پر نازاں نہ ہو بلکہ خدا کے فضل اور عنایت کی قدر کرو۔ قاعدہ ہے کہ کامیابی پر ہمت اور حوصلہ میں ایک نئی زندگی آجاتی ہے۔ اس زندگی سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں ترقی کرنی چاہیئے کیونکہ سب سے اعلیٰ درجہ کی بات جو کام آنیوالی ہے وہ یہی معرفت الٰہی ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا۔

بہت تنگدستی بھی انسان کو مصیبت میں ڈالدیتی ہے۔ اسلئے حدیث میں آیا ہے الفقر سواد الوجہ

ایسے لوگ خود میں نے دیکھے ہیں۔ جو اپنی تنگدستیوں کی وجہ سے دہریہ ہوگئے۔ مگر مومن کسی تنگی پر بھی خدا سے بدگمان نہیں ہوتا۔ اور اس کو اپنی غلطیوں کا نتیجہ قرار دے کر اس سے رحم اور فضل کی درخواست کرتا ہے۔ اور جب وہ زمانہ گذر جاتا ہے اور اسکی دعائیں بار آور ہوتی ہیں۔ تو وہ اس عاجزی کے زمانہ کو بھولتا نہیں۔ بلکہ اسے یاد رکھتا ہے۔ غرض اگر اس پر ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ سے کام پڑتا ہے تو تقویٰ کا طریق اختیار کرو۔ مبارک وہ ہے جو کامیابی اور خوشی کے وقت تقویٰ اختیار کرے اور بدقسمت وہ ہے جو ٹھوکر کھا کر اس کی طرف نہ جھکے۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۲۳ تاریخ تقریر ۲۷ جون ۱۹۰۱ء)

فرمایا:۔
تقویٰ والے پر خدا کی ایک تجلی ہوتی ہے۔ وہ خدا کے سایہ میں ہوتا ہے۔ مگر چاہیئے کہ تقویٰ خالص ہو۔ اور اس میں شیطان کا کچھ حصہ نہ ہو۔ ورنہ شرک خدا کو پسند نہیں اور اگر کچھ حصہ شیطان کا ہو تو خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ سب شیطان کا ہے۔ خدا کے پیاروں کو وہ مصلحت الٰہی سے آتا ہے۔ ورنہ ساری دنیا اکٹھی ہو جائے۔ تو ان کو ایک ذرہ بھر تکلیف نہیں دے سکتی۔ چونکہ وہ دنیا میں نمونہ قائم کرنے کے واسطے ہیں۔ اسواسطے ضروری ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں تکالیف اٹھانے کا نمونہ بھی وہ لوگوں کو دکھائیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے کسی بات میں اس سے بڑھ کر تردد نہیں ہوتا کہ اپنے ولی کی قبض روح کروں۔

خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے ولی کو کوئی تکلیف آوے۔ مگر ضرورت اور مصالح کے واسطے وہ دکھ دیئے جاتے ہیں۔ اور اس میں خود ان کے لئے نیکی ہے کیونکہ ان کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں۔

انبیاء اور اولیاء کے لئے تکلیف اس قسم کی نہیں ہوتی جیسی کہ یہود کو لعنت اور ذلت ہو رہی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ انبیا شجاعت کا ایک نمونہ قائم کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو اسلام کے ساتھ کوئی دشمنی نہ تھی۔ مگر دیکھو جنگ احد میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے۔ اس میں یہی بھید تھا کہ آنحضرتؐ کی شجاعت ظاہر ہو۔ جبکہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دس ہزار کے مقابلے اکیلے کھڑے ہوگئے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ ایسا نمونہ دکھانے کا کسی نبی کو موقعہ نہیں ملا

ہم اپنی جماعت کو کہتے ہیں کہ صرف اتنے پر وہ مغرور نہ ہو جائے کہ ہم نماز روزہ کرتے ہیں یا موٹے موٹے جرائم مثلاً زنا چوری وغیرہ نہیں کرتے۔ ان خوبیوں میں اکثر غیر فرقے کے لوگ مشرک وغیرہ تمہارے ساتھ شامل ہیں۔

تقویٰ کا مضمون باریک ہے اسکو حاصل کرو۔ خدا کی عظمت دل میں بٹھاؤ۔ جس کے اعمال میں کچھ بھی ریاکاری ہو۔ خدا اس کے عمل کو واپس اُلٹا کر اس کے منہ پر مارتا ہے

متقی ہونا مشکل ہے۔ مثلاً اگر کوئی تجھے کہے کہ تو نے قلم چرایا ہے۔ تو تو کیوں غصہ کرتا ہے۔ تیرا پرہیز تو محض خدا کے لئے ہے۔ یہ طیش اسواسطے ہوا کہ رو بحق نہ تھا جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آجائیں وہ متقی نہیں بنتا۔ معجزات اور الہامات بھی تقویٰ کی فرع ہیں۔ اصل تقویٰ ہے۔ اسلئے تم الہامات اور رویاء کے پیچھے نہ پڑو۔ بلکہ حصول تقویٰ کے پیچھے لگو۔ جو متقی ہے اسی کے الہامات بھی صحیح ہیں۔ اور اگر تقویٰ نہیں تو الہامات بھی قابل اعتبار نہیں ان میں شیطان کا حصہ ہو سکتا ہے۔ کسی کے تقوے کو اس کے ملہم ہونے سے نہ پہچانو۔ بلکہ اس کے الہاموں کو اس کی حالت تقوے سے جانچو۔ اور اندازہ کرو سب طرف سے آنکھیں بند کر کے پہلے تقوے کے منازل طے کرو انبیاء کے نمونہ کو قائم رکھو

جتنے نبی آئے سب کا مدعا یہی تھا کہ تقویٰ کا راہ سکھائیں

ان اولیاؤہ الا المتقون

مگر قرآن شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھلایا ہے۔ کمال نبی کا کمال اُمت کو چاہتا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اسلئے آنحضرتؐ پر کمالات نبوت ختم ہوئے۔ کمالات نبوت ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم نبوت ہوا۔ جو خدا تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے۔ اور معجزہ دیکھنا چاہے اور خارق عادت دیکھنا منظور ہو تو اسکو چاہیئے کہ وہ اپنی زندگی بھی خارق عادت بنا لے۔ دیکھو امتحان دینے والے محنتیں کرتے کرتے مدقوق کی طرح بیمار اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ پس تقویٰ کے امتحان میں پاس ہونے کے لئے ہر ایک تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہو جاؤ

جب انسان اس راہ پر قدم اٹھاتا ہے۔ تو شیطان اس پر بڑے بڑے حملے کرتا ہے۔ لیکن ایک حد پر پہنچ کر آخر شیطان ٹھہر جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب انسان کی سفلی زندگی پر موت آکر وہ خدا کے زیر سایہ ہو جاتا ہے۔ وہ مظہر الٰہی اور خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔

مختصر خلاصہ ہماری تعلیم کا یہی ہے کہ انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگا دے۔

حضرت مسیح کے بے باپ پیدا ہونے کے متعلق ذکر تھا۔ فرمایا:۔

ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ تھے اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں ہیں نیچری جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا باپ تھا وہ غلطی پر ہیں۔ ایسے لوگوں کا خدا مردہ خدا ہے ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے باپ پیدا نہیں کر سکتا ہم ایسے آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو یہ دکھانا چاہتا تھا کہ تمہاری حالتیں ایسی ردی ہوگئی ہیں کہ اب تم میں کوئی اس قابل نہیں جو نبی ہو سکے یا اس کی اولاد میں سے کوئی نبی ہو سکے اسواسطے آخری خلیفہ موسوی کو اللہ تعالیٰ نے بے باپ پیدا کیا۔ اور ان کو سمجھایا کہ اب شریعت تمہارے خاندان سے گئی۔ اسی کی مثل خدا تعالیٰ نے آج یہ سلسلہ قائم کیا ہے کہ آخری خلیفہ محمدی یعنی مہدی و مسیح کو سیدوں میں سے نہیں بنایا۔ بلکہ فارسی الاصل لوگوں میں سے ایک کو خلیفہ بنایا۔ تاکہ یہ نشان ہو کہ نبوت محمدی کی گدی کے دعویداروں کی حالت تقویٰ اب کیسی ہے

فرمایا:۔
انبیاء کا قاعدہ ہے کہ شخصی تدبیر نہیں کرتے نوع کے پیچھے پڑتے ہیں۔ جہاں شخصی تدبیر آئی۔ وہاں چنداں کامیابی نہ آئی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ حال ہوا۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۲۴)

پورے مسلمان ہو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم دنیا سے بالکل انقطاع کر کے اس کی طرف آجاؤگے تو وہ خود تمہارا متولی اور متوکل ہو جائے گا۔ جو آدمی تبتل تام نہیں کرتا بلکہ کچھ ادھر دنیا رہتا ہے اور کسی قدر رو بخدا بھی رہتا ہے۔ وہ کبھی بھی مقصود اصلی کو حاصل نہیں کر سکتا اسے نہ دین کی عزت مل سکتی ہے اور نہ دنیا کی

خدا تعالیٰ تم سے چاہتا ہے کہ تم پورے مسلمان ہو مسلمان کا لفظ ہی دلالت کرتا ہے کہ انقطاع کلی ہو اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو مسلمان پیدا کر کے لاانتہا فضل کئے ہیں۔ بشرطیکہ وہ غور کرے اور سمجھے۔

احباب کے نام وی۔ پی آتے ہیں اُن کا وصول کرنا اخلاقی فرض ہے

درخواست دعا

محمد شفیق احمد صاحب شاہجہانپوری کی اہلیہ محترمہ عرصہ سے علیل ہیں احباب اُن کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں

میں کیوں کر احمدی ہوا؟

از قلم ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر پنشنر اسسٹنٹ سرجن بہاولپور حال فیض عام میڈیکل ہال اوچ

ڈاکٹر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابیوں میں سے ہیں۔ آپنے ابتدائی زمانہ میں اخبار البدر جاری کیا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈائریاں وغیرہ بھی خود لکھتے تھے۔ بعد ازاں انہوں نے محمد افضل صاحب مرحوم کو اپنے کام میں شریک کر لیا تھا۔

یہ خاندان خدا تعالیٰ کے فضل سے سارے کا سارا سلسلہ میں داخل ہے اور سب کے سب موصی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کے دو بیٹے اخویم ڈاکٹر احسان علی صاحب اور عزیز عبدالرحمان صاحب قادیان میں مستقل رہائش رکھتے ہیں اور فیض عام میڈیکل ہال قادیان ان کی توجہ کا نتیجہ ہے

ڈاکٹر صاحب نے اپنے حالات پہلے بھی لکھے تھے مگر اوچ کا پوسٹماسٹر جو احمدی جماعت کی دشمنی کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ اس نے اس مکمل مضمون کو ہضم کر لیا۔ مجبوراً اب ڈاکٹر صاحب نے مضمون کی پہلی قسط بذریعہ رجسٹری بھیجی ہے۔ جو شکریہ کے ساتھ درج کرتا ہوں (ایڈیٹر)

یتیم کالعذیلی

ہم چھ بھائی اور ایک بہن مولوی عبدالغنی صاحب مسلم مرحوم اور محسنہ جان بی بی معروف بوبو جی مدفونہ ۱۳۰۱ھ مقبرہ بہشتی کی اولاد ہیں۔

ہمارے تاریخی نام حضرت والد صاحب مرحوم کے بنائے ہوئے یہ ہیں

سنہ ۱۲۹۱ھ ڈاکٹر علی اظہر صاحب مرحوم آپکا اسم گرامی منارۃ المسیح پر کندہ ہے۔ ایسٹ افریقہ میں ملازم تھے وہیں وفات پائی۔

سنہ ۱۲۹۳ھ خاکسار فیض علی صابر مہاجر موصی پنشنر سب اسسٹنٹ سرجن ریاست بہاولپور حال پریکٹیشنر اوچ

سنہ ۱۲۹۷ھ بابو مظہر علی طالب صاحب مرحوم آپ بھی ایسٹ افریقہ میں پوسٹ ماسٹر تھے وہیں فوت ہوئے

سنہ ۱۳۰۰ھ ستری منظر علی صاحب مرحوم جنگ عظیم میں ایران کی طرف فوت ہوئے۔

سنہ ۱۳۰۲ھ عصمت مآب مراد خاتون سلمہا مہاجر موصیہ بیوہ حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن رضی اللہ عنہ مہاجر اصحابی خاص ومعتمد صدر انجمن احمدیہ خسر اول حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ

سنہ ۱۳۰۴ھ ڈاکٹر اقبال علی غنی صاحب مہاجر اسسٹنٹ سرجن انچارج کیمپ گورنر یو۔ پی داماد جناب حکیم مفتی فضل الرحمٰن صاحب جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں۔

سنہ ۱۳۰۶ھ سیٹھ منظور علی صاحب شاکر موصی مہاجر کوتوال برہٹشہر

بچپن کی دھندلی سی یاد ہے کہ حضرت والد صاحب مرحوم کا وطن ہجرہ شاہ مقیم تحصیل قصور میں تھا۔ ہمارے دادا سردار صوبہ سنگھ صاحب سکھوں کی فوج میں صوبیدار اور پردادا اکیول سنگھ یا کاہن سنگھ صاحب اس علاقہ میں بڑے ساہوکار تھے گوت نارنگ تھی۔ اس معزز خاندان پر جبکہ سکہ شاہی میں تباہی آچکی تھی اور آپ خورد سالی میں یتیم اور تنہا ہو گئے تھے

آپکے رشتہ کے ایک چچا صاحب نے جو اچھے دولت مند سردار تھے۔ آپ کو اپنے پاس امرتسر بلا لیا تھا۔ ان کا ارادہ غالباً آپ کو متبنیٰ بنانے کا تھا۔ وہ آپ کو بہت لاڈ پیار سے رکھتے تھے۔ اور کنٹھا بالے وغیرہ زیورات طلائی بھی پہناتے تھے۔ لیکن آپ چونکہ جس قدر زیادہ حسین تھے۔ ایسے ہی خاصہ ذہن و ذکاوت کا بھی آپ کو قدرتاً ودیعت ہوا تھا۔ امرتسر آکر آپ کا رجحان تعلیم کی طرف ہو گیا۔ پہلے آپنے اپنے مربی چچا صاحب سے جو تعلیم کے مخالف تھے چھپ کر پڑھنا شروع کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ قاعدہ ایک دو دن میں ختم کر لیا تھا۔ مگر جب اتنا پڑھ گئے کہ آئندہ سلسلہ تعلیم اور علامات ایمان کو پوشیدہ نہ رکھ سکتے تھے۔ آپ اپنے سرپرست چچا صاحب کی آغوش عاطفت سے نکل کر حضرت مولوی غلام علی صاحب مرحوم کی (جن کو پنجاب میں وہابیت کا موجد کہا جاتا ہے) درویشانہ تلمیذ میں آکر سردار روپ سنگھ سے مولوی عبدالغنی ہو گئے۔

فارغ التحصیل ہونے پر پہلے کچھ عرصہ انگریزوں کو پڑھاتے رہے۔ پھر آپ کے کسی پادری شاگرد نے آپ کو انبالہ چھاؤنی کے مشن سکول میں اول مدرس فارسی کرا دیا۔ آپنے بارہ سال یہ ملازمت کی۔ چونکہ انحطاط عمر میں آپ کو بواسیر کا غلبہ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر کی نادانی سے اپریشن کر دینے پر مرض استسقا پیدا ہو جانے سے کچھ اوپر پچاس برس کی عمر میں واصل باللہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمارے نانا میاں جان محمد صاحب سراج مرحوم بھی مولوی غلام علی صاحب موصوف کے خاص حواریوں میں سے تھے۔ چونکہ حضرت والد صاحب کی تعلیم و تربیت اور خاندانی حالات سے واقف تھے انھوں نے اپنی منجھلی دختر نیک اختر کی شادی آپ سے کر دی تھی۔ میری اور بھائی جان علی اظفر صاحب کی پیدائش امرتسر کی ہے اور سب بھائی بہن انبالہ چھاؤنی میں تولد ہوئے ہیں

حضرت والد صاحب مرحوم کی پیدائش اور پرورش اگرچہ بت پرست گھرانوں میں ہوئی اور تحصیل و تربیت آپ نے جوشیلے وہابیوں میں پائی۔ مگر آپ کی روشن ضمیری نے آپ کو ہر ایک سبیل افراط تفریط سے محفوظ رکھا۔ آپکو سخن گوئی اور سنجیدہ خوش طبعی کا بھی اچھا ملکہ تھا۔ آپ کی روش زمانہ دعوگی میں بھی بہت آزادانہ تھی۔ مثلاً کسی مقلد نے گیارھویں کی نیاز پکائی وہ آپ کو کشاں کشاں کھانے لے گیا۔ کسی دوسرے شاگرد نے چغلی کر دی کہ شیخ عبدالغنی نے گیارھویں کھائی ہے (جو کہ غیر مقلدوں میں سخت جرم تھا) مگر جب استاد نے آپ سے دریافت کیا تو آپنے کہا کہ بیشک مینے وہاں فلاں فلاں کھانے تو کھائے ہیں مگر گیارھویں نہ دیکھی تھی اور نہ کھائی ہے استاد صاحب نے آپ کا تخلص ظریف رکھا تھا۔ اور اپنے حلقہ اثر میں گویا اعلان کر دیا تھا کہ شیخ عبدالغنی پر کوئی معترض نہ ہوا کرے۔ اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جاوے۔

حضرت والد صاحب مغفور اگرچہ خالصتہً لوجہ اللہ مسلمان ہوئے تھے اور ان الدین عند اللہ الاسلام کی خاطر آپنے اپنی آسودہ زندگی کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ مگر جیسا کہ وہ زمانہ قحط الرجال کا تھا آپکی بوبہاری کے وقت میں آپ کو کوئی ایسا رہبر کامل نہ مل سکا جو آپکے کتابی ایمان کی سادگی کو معرفت اور روحانیت کے رنگ میں صبغۃ اللہ میں رنگین کر کے آپکی دلی آرزو کو پورا کر دیتا۔ اسلئے آپ عام الناس کی طرح اسمی یا رسمی مسلمان ہی رہے۔ گو آپکے آخر وقت پر حضرت مسیح موعود کا زمانہ شروع ہو گیا تھا جسے آپ غالباً بوجہ انکار دنیاداری اور امراض جسمانی وغیرہ سے دون ہمت ہو جانیکے پہچان نہ سکے مگر ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ آپکے اخلاص کا وہ کنز مخفی جو کان ابوھما صالحاً کا مصداق تھا آپکے سارے پسماندگان کو عطا فرمایا گیا ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

حضرت والد صاحب مرحوم بہت بڑے صاحب حوصلہ اور شجاع بھی تھے۔ آپکے بچپن کا واقعہ ہے کہ آپ ایک کھیت میں کھڑے تھے۔ جبکہ دور سے بندوقوں کے چلنے کا شور سنائی دیا جو رفتہ رفتہ آپکے نزدیک ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ سکھوں کی فوج انگریزی فوج سے شکست کھا کر بھاگی آ رہی ہے آپ بجائے اس کے کہ ڈر کر بھاگیں اور گاؤں میں جو نزدیک تھا پہنچ جاویں ایک درخت پر چڑھ گئے دونوں فوجیں وہاں سے گذریں۔ گولیاں درخت کی شاخوں۔ پتوں اور آپکے کپڑوں سے لگتی رہیں مگر واللہ خیر حافظاً آپ سے ایک احمدی خاندان کی بنا ہونی تھی۔ آپ بال بال بچ گئے۔

حضرت والد صاحب مرحوم انبالہ چھاؤنی میں بیمار ہو کر امرتسر آ گئے تھے۔ یوں بھی آپ مرفع حال نہ تھے۔ اثاثہ خانگی جو کچھ تھا آپکے عرصہ دو سال بیماری کے علاج معالجہ میں صرف ہو گیا تھا۔ امرتسر جیسے خراچ شہر میں ہم بیکس یتیموں کی پرورش ہمارے نیک نہاد پارسا والدہ مکرمہ رضی اللہ عنہا نے جس پر بے شمار رحمتیں اللہ کریم کی ہوں بے شمار صعوبتوں سے کی۔

ہماری تعلیم حضرت والد صاحب مرحوم کے بیمار ہونے پر ہی بس ہو گئی تھی۔ بھائی جان آٹھویں میں تھے اور میں چھٹی میں اور مجھ سے چھوٹے بھائی مظہر علی تیسری میں

پڑھتے تھے۔ ابتدائی چند سال صغرسنی اور بیکاری گذر جانے کے بعد۔ پہلے بھائی جان مرحوم امرتسر سول ہسپتال میں کام سیکھ کر ایسٹ افریقہ چلے گئے۔ پھر مجھ پر بھی اللہ کریم ہی کا فضل وکرم ہے کہ میں نے جہاں کہیں ملازمت کی بالعموم بطور ڈاکٹر انچارج ہسپتال کے کام کرتا رہا ہوں اور حکام متعلقہ میری کارگذاری سے ہمیشہ خوش رہے ہیں۔

مجھے بھی بچپن سے تحقیق مذاہب کا شوق تھا۔

یاد پڑتا ہے کہ میں نے حضرت والد صاحب مرحوم سے پوچھا بھی تھا۔ کہ اگر یہ تمام کائنات خدا نے بنائی ہے تو اس کو بھی کسی نے بنایا ہوگا۔ میری اس تخیل اور ذہانت پر بہت خوش تو ہوئے مگر جواب کچھ ایسا دیا تھا کہ ابھی صغیر ہو اس مسئلہ کو سمجھ نہیں سکتے۔ جوں جوں مجھے ہوش آتا گیا یہ ولولہ بھی بڑھتا گیا۔ سب سے پہلے اپنے اسلام پر ہی غور کرتا تھا۔ لیکن وہاں عوام الناس تو کیا بڑے بڑے ممتاز مسلمان اسلام پر فخر کرنے والوں اور خاص الخاص مولویوں کی اندرونی حالت ایسی گھناؤنی معلوم ہوئی کہ مجھے اسلام سے ہی روگردان ہونا پڑا۔ عیسائیت میں تو سوائے ڈھکوسلہ ایک تین اور تین ایک لغویت کفارہ کے کچھ تھا ہی نہیں۔ مگر چونکہ اس زمانہ میں آریہ سماج کا ابتدائی جوش وخروش زوروں پر تھا۔ مجھے ان کے لیکچراروں کی چرب زبانی اور "تو سرب شکتی مان ہے"۔ جیسے بھجن اچھے معلوم ہوئے وہ بھی زیادہ تر اس خیال سے کہ میں نو مسلم کا بیٹا ہوں مجھے شدھ کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے جس کے لئے چند منتر "اوم شنیو ذیبی۔ اوم داک داک" وغیرہ بھی مجھے یاد کرائے گئے تھے۔ اگر میں اسوقت آریہ ہو جاتا تو ہندوستان میں سب سے پہلا شدھ ہونے یا بدھ کھونے والا وجود نامسعود میرا ہی ہوتا۔ پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے ان کے ظاہر وباطن کا فرق بھی معلوم ہو گیا نتیجہ یہ ہوا کہ جب میں وہاں سے بھاگا۔ تو میرے لئے سوائے دہریت کے چٹیل میدان کے اور کوئی جگہ نہ تھی۔ چنانچہ میں کئی سال دہریہ رہا۔ اور جب ایسٹ افریقہ گیا تھا تو دہریہ ہی تھا۔

جس زمانہ میں افریقہ گیا ہوں یوگنڈا ریلوے قریب دوسو میل کے بن چکی تھی اس کا ہیڈ کوارٹر ابھی کلنڈینی جزیرہ ممباسہ میں ہی تھا۔ اسوقت وہاں دو ڈاکٹر صاحبان احمدی تھے۔ ایک تو ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب رضی اللہ عنہ فوج میں تھے جو میرے وہاں پہونچنے کے تھوڑے دن بعد واپس آگئے تھے۔ دوسرے بہت خوبصورت نوجوان ڈاکٹر صاحب جو اول الذکر ڈاکٹر صاحب کی تبلیغ سے احمدی ہوئے تھے رحمت علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ریلوے میں تھے۔ ان کو وہاں کے خاص وعام جس قدر زیادہ عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور نیک اور پاک عابد پرہیزگار یقین کرتے تھے۔ میں اپنے سابقہ تجربوں کی بنا پر کہ مشتبہ شیخوں کی خلوت میں کار دیگر ضرور ہوتا ہے آپ سے نفرت کرتا تھا۔

میں دو ایک مہینے کلنڈینی میں رہا۔ پھر میری تبدیلی سروے پارٹی میں جو ساحل سے پانچسو میل تھی ہو گئی۔ وہاں کیمپ سردکی میں جو بہت ہی پرفضا مقام ہے میرا قیام تھا! اس جگہ موسم کی خوشگواری آب وہوا کی صحت افزائی سرسبز پہاڑوں۔ میدانوں اور جھیلوں کے دلفریب مناظر سیر وشکار کی فراوانی نے میری دہریت کی آزادی کے معاون ہوکر مجھے اتنا موٹا تازہ کر دیا تھا کہ پھر میں کبھی ویسا توانا نہیں ہوا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہاں کی فارغ البالی اور عالم تنہائی نے مجھے یہ سوچنے کا موقعہ دیدیا کہ اگر خدا نہیں ہے تو یہ نظام کائنات اور اس کے رد وبدل کا سلسلہ قائم کسطرح رہ سکتا ہے۔ علمیت تو کچھ تھی نہیں نہ کوئی سمجھانے یا بہکانے والا پاس تھا۔ سوچتے سوچتے سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ خود خدا سے ہی اس کا فیصلہ کیوں نہ کیا جاوے۔ بس میرے منہ سے نکل گیا کہ اے اللہ اگر تو ہے تو مجھ پر ظاہر ہو کر مجھے اپنی پناہ میں لے لے ورنہ میں بری الذمہ ہوں۔

ایسے کلمات جو بیتابی سے میں نے کہدیئے تھے مجھے معلوم نہ تھا کہ یہی وہ دعا ہے جسے خواہ میرے جیسا گنہگار اللہ کریم کی شان میں بکواس کرنے والا گستاخ بھی مانگے تاہم غفور الرحیم کی درگاہ میں رد نہیں کی جاتی اور ضرور قبول ہو جاتی ہے

میرے سروے پارٹی میں آنے کے بعد بھائی جان مرحوم بھی جو پہلے سول میں تھے ریلوے میں آگئے۔ چونکہ آپ کی طبیعت سادہ تھی اور میرے جیسی شوخ نہ تھی آپ کو چند یوم میں حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحب رضہ سے انس ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر یقین ہو گیا تھا۔ چند یوم کے بعد بھائی جان مرحوم کا خط مجھے ملا جس میں آپ نے لکھا تھا کہ ہم اب تک غلطی پر رہے ہیں ڈاکٹر رحمت علی صاحب درحقیقت سچے اور اصلی عقیدہ اسلامی کے مسلمان ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب اپنے دعاوی میں حق پر ہیں۔ میں نے بیعت کا خط لکھدیا ہے

بھائی جان مرحوم کے اس خط سے جو دراصل میری دعا کی قبولیت کا منجانب اللہ جواب تھا بڑی روح پرور خوشبو محسوس ہوئی۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اول بھائی جان ایسے نہیں ہیں کہ کسی دنیاوی غرض اور ریاکاری سے ڈاکٹر رحمت علی صاحب رضہ کی جو وہاں بڑے عروج پر تھے خوشامد کریں۔ دوم یہ کہ مجھے بھی دھوکہ دینا چاہیں۔ پس تائید الٰہی یہ ہوئی کہ چند یوم کے بعد بذریعہ تار حکم پہنچا کہ تمہاری تبدیلی ایک سو میل اور آگے علاقہ ثمونی میں کردی گئی ہے وہاں پہنچ جاؤں۔ چونکہ وہ علاقہ سرد تھا۔ اور میرے پاس گرم پارچات کافی نہ تھے نیز میرا ارادہ بھائی جان مرحوم سے ملکر حقیقت حال معلوم کرنے کا تھا میں نے جواباً تار دیدی کہ سامان ضروری مہیا کرنے کے لیے مجھے ہیڈ کوارٹر میں آنے کی اجازت دیجائے۔ چنانچہ میری اس درخواست نے منظور ہو جانا تھا سو ہو گئی۔ پس میں بھائی جان کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے عجیب شان کبریائی نظر آئی آپ کی چھوٹی سی داڑھی نے ظالم استرے کی روزانہ جفاکاری سے دائمی پناہ گزیں ہو کر چہرہ کی رعنائی کو دوبالا کرایا ہوا تھا۔ عبادت گزاری۔ تقویٰ شعاری اور ایمانداری کے برکات نے آپکے حرکات و سکنات میں ایسے نفیس اخلاق حمیدہ پیدا کر دیئے تھے کہ میں نے بھی رشک کھا کر آپ کی تقلید شروع کر دی۔

مزید تائید الٰہی میرے ساتھ یہ ہوئی کہ میری تبدیلی بجائے ثمونی کے علاقہ نیروبی میں ریل ہیڈ پر جہاں سکارمنٹ جا تھا ہو گئی تھی۔ لیکن میں وہاں سخت بیمار ہو جانے کی وجہ سے پھر بھائی جان کے پاس آگیا۔ (اگر ثمونی چلا جاتا تو غالباً ایسا ہونا مشکل تھا) حسن اتفاق سے ریلوے کے ایسے ملازم قلی وغیرہ جو عوارضات سے لاچار ہو گئے تھے واپس ہندوستان بھیجے جانے والے تھے۔ میری اور حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحب رضہ کی ڈیوٹی ان کو بمبئی تک پہنچانے کی لگ گئی۔ جہاز میں میں نے سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تازہ تصنیف انجام آتھم کو پڑھا۔ اور یہ بھی محض اللہ کریم کا ہی فضل وکرم تھا کہ عیسائی ڈپٹی عبداللہ آتھم والی وہ ہیبت ناک پیشگوئی جس کی سماوی چمک اور کڑک نے بڑے بڑے دنیاوی دماغوں کی آنکھوں اور کانوں کو کور کر دیا تھا میرے لئے آئینہ خدانما ہو گئی۔

ہمارا جہاز بمبئی پہنچا تو معلوم ہوا کہ سات یوم کے بعد ہم واپس جا سکینگے۔ اس زمانہ میں ریلیں اتنی تیز رفتار نہ تھیں جتنی اب ہیں تاہم ہمیں قادیان جانے موقع مل گیا ہم دو دن بعد رات کے بارہ بجے امرتسر پہنچے تیسرے دن نماز جمعہ سے کچھ پہلے قادیان دارالامان پہنچ گئے۔ مجھے خیال تھا کہ یہاں بڑے جاہ وحشم کی بارگاہ ہوگی۔ لیکن قادیان کے جن کوچوں سے ہمارا یکہ بمشکل گذرا وہ بہت ناہموار اور درمیانی شکستہ نالی کے باعث غلیظ بھی تھے۔ پھر جب ہمیں ایک پرانے تنگ زینے سے گذار کر ایک چھوٹی سی گلی کی چھت پر بنی ہوئی مسجد مبارک کے ساتھ والے کوٹھے میں جس کی فرش کی چٹائی بھی اس کی دیواروں کی طرح بوسیدہ سی تھی بٹھلا دیا گیا تو میرا تعجب بڑھتا جاتا تھا۔ پھر جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تو آپ کی سادگی وضع لباس اور گفتگو نے مجھے سخت حیرت زدہ کر دیا۔ لیکن جب میں نے بیعت کی تو عجیب خوف آمیز سنسناہٹ کی لہریں میرے تمام رگ وریشہ میں پیدا ہوئیں جن سے میرا تمام جسم گویا ڈھل کر نئے سانچے میں ڈھل گیا تھا۔

افسوس میں اس روحانی لذت کی کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا اور یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کاش میں ایسی حالت میں فوت ہو جاتا تو خواہ الآن قد عصیت من قبل کا عتاب ہوتا مگر سچی توبہ تو قائم رہتی

اس کے بعد جب میں نماز جمعہ کے لئے مسجد اقصیٰ پہنچا تو چونکہ تین یوم سفر کی کوفت بیداری اور بٹالہ سے قادیان تک یکہ کے دھکوں سے سخت غلبہ نیند اور تکان کا تھا میں دوسری صف کے کھمبان میں جا بیٹھا تو کسی صاحب نے میرا انگشتہ ہلا کر اشارہ کیا کہ پیچھے نمازی ہے اس پر میں نے جو گردن پھیر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک قد آور بھاری سا بوڑھا جاٹ قاعدہ میں ہے۔ میں ایک طرف سرک گیا لیکن جب حضرت اقدس کے تشریف لانے پر خطیب کی خوش الحان آذان ہو رہی تھی میں نے تعجب سے دیکھا کہ وہی جاٹ اٹھ کر محراب میں کھڑا ہو گیا ہے۔ اور جب اس نے نون والقلم وما یسطرون کی نہایت پرمعارف اور روح پرور تفسیر اپنی مخصوص اور نرم آواز اور بالکل سادہ لہجہ میں بیان فرمائی تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ تو نورالدین اعظم حکیم الامۃ رحمۃ اللہ علیہ ہے جس کے لئے خلیفۃ المسیح الاول ہونا مقدر تھا۔

درخواست دعا

میرے عزیز دوست شیخ محمد عبداللہ صاحب نے امسال بی۔ اے کے اکثر پرچے بخار کی سخت تکلیف میں دیئے ہیں۔ احباب کی خدمت میں عاجزانہ درخواست ہے کہ ان کی اعلیٰ کامیابی کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

(میر محمد قریشی)

(انتظامی پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم قادیان سے شائع ہوا)